بخاری شریف میں مذکور حضرتِ ثویبہ رضی اللہ عنہا اور ابولہب کے واقعہ پر تحقیقی جائزہ، ائمہ محدثین وشارحینِ حدیث کی تصریحات، اور اس روایت پر کیے جانے والے اعتراضات کے علمی و تحقیقی جوابات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ

القول الصواب فی حدیثِ أبی لهب وتخفیفِ العذاب

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیثِ ابولہب

مرتب

مولانا نوازش رحمانی رضوی مدنی

پیش کش :

مجمع التصانیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب:	**میلادِ مصطفیٰ ﷺ اور حدیث ابو لہب**
مرتب:	مولانا نوازش رحمانی رضوی مدنی
پروف ریڈنگ:	مولانا عمران رضا عطاری مدنی
موضوع:	میلاد شریف–اعتراض وجواب
کل صفحات:	۴۴
پیش کش:	مجمع التصانیف
بموقع:	۱۵۰۱ جشنِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ–۱۴۴۸ھ

فہرست

فہرست ۳
کلماتِ مجلس ۴
تمہیدی کلمات ۶
کیا ابو لہب والی روایت نصِ قرآنی کے خلاف ہے؟؟؟ ۷
الجواب بعون ملک الوہاب: ۸
اقوال محدثین: ۱۵
قرآن وحدیث میں تطبیق: ۲۰
اعتراضات اور جوابات: ۲۳
پہلا اعتراض: روایت میں ضعف! ۲۳
دوسرا اعتراض: خواب کی شرعی حیثیت؟ ۳۰
تیسرا اعتراض: حضرت ثویبہ کی آزادی کا وقت؟ ۳۳
چوتھا اعتراض: کیا ابو لہب نے نبی کریم ﷺ کو "نبی اور رسول" جان کر خوشی منائی، اور ثویبہ کو آزاد کیا؟ ۳۵
پانچواں اعتراض: قرآنی نصوص کے خلاف! ۳۸
میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر علماے دین اور ائمہ ومحدثین کی علمی خدمات: ۴۰
ماخذ ومراجع ۴۵

کلماتِ مجلس

جس ذاتِ گرامی کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، جس کے طفیل ہمیں ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور جس کی آمد سے کائناتِ انسانیت کو نور، ہدایت اور رحمت عطا ہوئی، یقیناً ایسی عظیم نعمت، فضل اور رحمت پر خوشی منانا، اس نعمتِ عظمیٰ کا چرچا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اہلِ ایمان کے لیے باعثِ سعادت ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ کریم میں اپنے فضل و رحمت پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ چناں چہ ربِّ کریم فرماتا ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

ترجمہ: تم فرماؤ: اللہ ہی کا فضل اور اسی کی رحمت ہے، چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں! یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

قارئین کرام! رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت کیا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے موقع پر خوشیاں منانا دراصل اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر خوشی کا اظہار اور اس کے فضل و رحمت پر شکر بجالانے کی ایک صورت ہے۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے جواز و مشروعیت پر کتبِ اہلِ علم میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ بلکہ اصولی طور پر کسی کام کا ناجائز و حرام نہ ہونا بھی اس کے جواز کی دلیل ہے، جیسا کہ اہلِ علم و فہم بخوبی جانتے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ضمن میں صحیح بخاری شریف میں حضرتِ ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا اور ابو لہب کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے، جسے بعض لوگ مختلف اعتراضات کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان بے بنیاد اور بے سروپا اعتراضات کا علمی و تحقیقی جواب دینے کے لیے اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ، فیضانِ حدیث (دعوتِ اسلامی) کے قابل، فاضل اور نوجوان عالم مولانا نوازش رحمانی رضوی مدنی (فاضل جامعۃ المدینہ، ناگ پور، ہند) نے ایک عمدہ، مختصر مگر جامع تحقیقی رسالہ ترتیب دیا ہے۔

اس رسالے میں صحیح بخاری شریف میں مذکور حضرتِ ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا اور ابولہب کے واقعے کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، ائمۂ محدثین و شارحینِ حدیث کی تصریحات کو جمع کیا گیا ہے، نیز اس روایت کی بنیاد پر کیے جانے والے مختلف اعتراضات کے علمی، مدلل اور تحقیقی جوابات بھی پیش کیے گئے ہیں۔

یہ اردو زبان میں ایک قابلِ قدر علمی کاوش ہے، خصوصاً میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے موضوع پر مطالعہ کرنے والے اہلِ علم و ذوق کے لیے اس کا مطالعہ یقیناً مفید ثابت ہو گا۔

اہلِ ذوق اس مختصر اور بہترین رسالے کا ضرور مطالعہ فرمائیں، اور مولانا موصوف کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو سراہتے ہوئے ان کے لیے دعاؤں سے نوازیں۔

اللہ تعالیٰ اس علمی کوشش کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اسے عوام و خواص کے لیے نافع بنائے اور مولانا موصوف کو مزید دینی و علمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

مجمع التصانیف

-عمران رضا عطاری مدنی بنارسی-

تمہیدی کلمات

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأزواجه وأصحابه أجمعين. أمّا بعد!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے محبت، تعظیم اور خوشی کا اظہار ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے، اسی نسبت سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا موضوع صدیوں سے اہلِ سنت کے نزدیک باعثِ خیر وبرکت رہا ہے، اور اس پر قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ، اقوالِ ائمہ اور تعاملِ امت سے متعدد دلائل موجود ہیں، جن پر مستقل اور مفصل کتابیں بھی لکھی جاچکی ہیں۔

تاہم گزشتہ چند برسوں سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ سوشل میڈیا پر بعض کم علم نادان یا اہل علم جان بوجھ کر شبہات پھیلانے والے افراد "صحیح بخاری" میں مذکور حضرتِ ثویبہ رضی اللہ عنہا اور ابولہب کے واقعہ پر اعتراضات اٹھاتے ہیں، کبھی اسے قرآنِ کریم کے خلاف قرار دیا جاتا ہے، تو کبھی اس کی صحت پر بے بنیاد شبہ کیا جاتا ہے، اور کبھی اس روایت کو میلادِ نبوی ﷺ کے تائیدی دلائل سے خارج کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس سے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں بے وجہ اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر مرتب کیا گیا ہے، اس کا مقصد میلادِ نبوی ﷺ کے تمام دلائل جمع کرنا نہیں، کیونکہ اس موضوع پر اہلِ علم کی متعدد مستند مفصل تصانیف موجود ہیں، بلکہ اس مختصر رسالے کا مقصد صرف صحیح بخاری میں مذکور "ابولہب والی روایت" کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کرنا، اس کی حیثیت کو واضح کرنا، ائمہ حدیث و شارحینِ حدیث کی تصریحات نقل کرنا، اور اس روایت پر کیے جانے والے اہم اعتراضات کے مدلل جوابات پیش کرنا ہے، تاکہ اہلِ حق کے لیے حقیقت مزید واضح ہو جائے اور شبہات کا ازالہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے، اسے حق کی اشاعت، باطل کے ازالے اور عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے نافع بنائے، اور اس میں ہونے والی لغزشوں کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے۔ وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب.

کیا ابولہب والی روایت نصِ قرآنی کے خلاف ہے؟؟؟

بعض منکرینِ میلاد صحیح بخاری میں مذکور حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا اور ابولہب کے واقعہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں: کہ قرآنِ کریم کے مطابق کافر کو اس کے کسی نیک عمل کا آخرت میں فائدہ نہیں پہنچتا، لہٰذا ابولہب کے عذاب میں تخفیف والی روایت نص قرآنی کے خلاف ہے۔

یہ اعتراض درحقیقت صحیح بخاری کی روایت، ودیگر صحیح احادیث اور ائمہ ومحدثین کی تصریحات وتوضیحات کے ساتھ ساتھ علوم حدیث سے بھی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

ان شاء اللہ عزّوجلّ اس مختصر رسالے میں اسی اعتراض کا علمی، تحقیقی اور مدلل جائزہ پیش کیا جائے گا جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس روایت اور قرآن کریم کے درمیان کوئی تعارض نہیں، بلکہ دونوں میں کامل موافقت اور تطبیق موجود ہے۔

آپ سب سے پہلے بخاری شریف کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: قَالَ عُرْوَةُ: وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ، كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا، فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ.

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ابولہب کی لونڈی تھیں، جب انہوں نے ابولہب کو رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیا، بعد میں حضرت ثویبہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ بھی پلایا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض گھر والوں نے اسے خواب میں نہایت برے حال میں دیکھا اور پوچھا: کیا بنا؟ اس نے کہا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوئی، البتہ مجھے ہر پیر کے دن اس انگلی سے تھوڑا سا پانی دیا جاتا ہے، کیونکہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

(صحيح البخاري، ج ٥ ، ص ١٩٥١ ، ح ٤٨١٣ ، ط: (دار ابن كثير، دار اليمامة) – دمشق)

اعتراض:

منکرینِ میلاد اس روایت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قرآنِ مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا:

أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (الأحزاب: ١٩)

ترجمہ کنز العرفان: یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا (الفرقان: ٢٣)

ترجمہ کنز العرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہو گا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنادیں گے جو روشن دان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ (آل عمران: ٨٨)

ترجمہ کنز العرفان: ہمیشہ اس میں رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا ہو گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

لہٰذا معترضین کا کہنا ہے کہ جب قرآنِ مجید واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ کافر کے تمام اعمال اکارت ہیں اور اس کے عذاب میں کوئی کمی اور تخفیف نہیں ہو گی، تو پھر ابو لہب کو حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کی وجہ سے عذاب میں کمی اور تخفیف کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ نیز اس واقعہ کو میلاد النبی ﷺ کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کرنا کیسے درست ہو گا؟

الجواب بعون ملک الوہاب:

منکرین میلاد کو ابو لہب والی روایت پر تو شدید اعتراض ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ابو طالب کے عذاب میں تخفیف والی احادیث کے بارے میں ان منکرین کا کیا موقف ہے؟؟؟

اگر ان کے نزدیک کسی کافر کے عذاب میں کسی بھی صورت تخفیف ممکن نہیں، تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ابو طالب کے عذاب میں تخفیف والی احادیث کی توجیہ کیا ہو گی؟؟؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة؛ فيجعل في ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه.

ترجمہ: مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت انہیں فائدہ پہنچائے گی، چنانچہ انہیں جہنم کی ایک اتھلی (کم گہری) آگ میں رکھا جائے گا، جو ان کے ٹخنوں تک ہو گی، مگر اس کی گرمی سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔

(صحيح البخاري، ج ٥ ، ص ٢٤٠٠ ، ح ٦١٩٦ ، ط: (دار ابن كثير، دار اليمامة) – دمشق)

ابو طالب کے متعلق اسی مضمون کو صحیح مسلم میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أهون أهل النار عذابا أبو طالب. وهو منتعل بنعلين يغلي منهما دماغه.

ترجمہ: اہلِ جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہو گا۔ انہیں آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے، جن کی گرمی سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔

(صحيح مسلم، ج ١ ، ص ١٩٦ ، ح ٢١٢ ، ط: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة)

ان دونوں صحیح احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ ابو طالب، باوجود کفر پر مرنے کے، دوسرے کفار کے مقابلے میں نسبتاً ہلکے عذاب میں ہوں گے۔ لہٰذا اگر کسی کافر کے عذاب میں کسی بھی درجے کی تخفیف سرے سے ممکن نہ ہوتی، تو ان صحیح اور متفق علیہ روایات کا کیا مفہوم لیا جائے گا؟؟؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور اپنے محبوب ﷺ کی خصوصی نسبت کی بنا پر بعض کفار کے عذاب میں کیفیت کے اعتبار سے تخفیف فرما سکتا ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ تخفیفِ عذاب سے مراد عذاب کی مدت میں کمی نہیں، بلکہ اس کی کیفیت میں تخفیف ہے۔ کیونکہ مدتِ عذاب میں کمی قرآنِ کریم کے صریح خلاف ہے، یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو گا کہ کسی کافر کو ایک یا دو دن، یا چند گھنٹوں کے لیے جہنم سے مہلت دے دی جائے یا اس کے دائمی عذاب کا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (الغافر: ٤٩)

ترجمہ کنز العرفان: اور جو آگ میں ہیں وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے، آپ اپنے رب سے دعا کر دیں کہ وہ ہم پر ایک دن کچھ عذاب (یا) عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں: کہ کفار داروغہ جہنم سے کہیں گے، اللہ سے کہو کہ ہمارے عذاب میں کچھ کمی کر دے، تو جہنم کے داروغہ کفار کو جواب دیں گے کہ تمہارے لیے نہ دعا کی جائے گی، نہ تمہاری درخواست قبول ہو گی، اور نہ تمہارے عذاب میں ایک دن کے لیے بھی کمی کی جائے گی۔

چناں چہ امام ابن کثیر "تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر" میں فرماتے ہیں:

سألوا الخزنة -وهم كالبوابين لأهل النار- أن يدعوا لهم الله أن يخفف عن الكافرين ولو يوما واحدا من العذاب .... فنحن لا ندعو لكم ولا نسمع منكم ولا نود خلاصكم، ونحن منكم برآء، ثم نخبركم أنه سواء دعوتم أو لم تدعوا لا يستجاب لكم ولا يخفف عنكم

ترجمہ: وہ (کفار) جہنم کے داروغوں (نگہبانوں) سے درخواست کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ کافروں کے عذاب میں اگر صرف ایک دن ہی کے لیے سہی، کچھ تخفیف فرمادے، پس ہم نہ تمہارے لیے دعا کریں گے، نہ تمہاری کوئی بات سنیں گے، اور نہ ہی تمہاری نجات پسند کرتے ہیں، بلکہ ہم تم سے بیزار ہیں، پھر ہم تمہیں یہ بھی بتادیں گے کہ تم دعا کرو یا نہ کرو، دونوں برابر ہیں؛ تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی تمہارے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر، الغافر: آیت ٤٩)

لہٰذا قرآنِ کریم سے ثابت ہوا کہ مدتِ عذاب میں تخفیف نہیں ہو سکتی، جب کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کیفیتِ عذاب میں تخفیف ممکن ہے، اس طرح قرآن و حدیث میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

اسی اصول کی روشنی میں ابو لہب والی روایت کو بھی سمجھا جائے گا کہ اسے بھی مدتِ عذاب میں نہیں بلکہ کیفیتِ عذاب میں تخفیف حاصل ہوئی، اور یہ تخفیف نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے تعلق رکھنے والے عمل کی برکت اور

آپ ﷺ کی خصوصیت کی بناپر ہوئی، جیسا کہ ابو طالب کو رسول اللہ ﷺ کی نصرت وحمایت اور مدد کی وجہ سے یہ خصوصی رعایت حاصل ہوئی۔

اب اصل بات کی طرف آئیں: امام بخاری رحمہ اللہ بخاری شریف میں "مرسلاً" روایت نقل کرتے ہیں:

قال عروة: وثويبة مولاة لأبي لهب، كان أبو لهب أعتقها، فأرضعت النبي ﷺ، فلما مات أبو لهب أريه بعض أهله بشر حيبة، قال له: ماذا لقيت؟ قال أبو لهب: لم ألق بعدكم غير أني سقيت في هذه بعتاقتي ثويبة. ترجمہ: عروہ کہتے ہیں: کہ حضرت ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھیں، جب انہوں نے ابولہب کو رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوش خبری سنائی تو اس نے خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیا، بعد میں حضرت ثویبہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ بھی پلایا۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض گھر والوں نے اسے خواب میں نہایت برے حال میں دیکھا۔ اور پوچھا: کیا بنا؟ اس نے کہا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ مجھے ہر پیر کے دن اس انگلی سے تھوڑا سا پانی دیا جاتا ہے، کیونکہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

(صحيح البخاري، ج ٥ ، ص ١٩٥١ ، ح ٤٨١٣ ، ط: (دار ابن كثير، دار اليمامة) – دمشق)

مذکورہ روایت صرف صحیح بخاری تک محدود نہیں، بلکہ متعدد ائمہ حدیث نے بھی اسے اپنی اپنی کتب میں مختلف اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی اصل ثابت ہے، جب کہ بعض طرق میں ایسے زائد الفاظ بھی موجود ہیں جو صحیح بخاری کی روایت کے اجمال کی وضاحت کرتے ہیں۔ امام بخاری عروہ کے واسطے سے روایت کر رہے ہیں لیکن بخاری شریف کی حدیث میں کچھ الفاظ موجود نہیں ہے، جس کی وضاحت کرتے ہوئے شارح بخاری امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فبان برواية معمر: أنه سقط من رواية البخارى فى هذا الحديث: راحة، بعد قوله: لم ألق بعدكم؛ لأنه لا يتم الكلام على ما رواه البخارى، وكذلك سقط منه: وأشار إلى النقرة التى تحت إبهامه، ولا يقوم معنى الحديث إلا بذلك، ولا أعلم ممن جاء الوهم فيه.

ترجمہ: امام معمر کی روایت کے ذریعے واضح ہوا کہ امام بخاری کی روایت میں "راحة" (راحت) کا لفظ "لم ألق بعدكم" کے بعد ساقط ہو گیا ہے، کیوں کہ اس کے بغیر عبارت مکمل نہیں ہوتی۔ اسی طرح "وأشار إلى النقرة التي تحت إبهامه" والا حصہ بھی ساقط ہو گیا ہے۔ ان الفاظ کے بغیر حدیث کا مفہوم مکمل نہیں ہوتا۔ البتہ یہ وہم کس راوی سے ہوا مجھے معلوم نہیں۔

(شرح صحيح البخاري لابن بطال ، ج ٧ ، ص ١٩٥ ، ط: مكتبة الرشد)

شارح بخاری ابن بطال کے کلام کا خلاصہ: صحیح بخاری کے اس مقام پر بعض الفاظ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے ساقط ہو گئے ہیں، جن کی صراحت دیگر روایات میں موجود ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

"مجھے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں ملی"۔ "البتہ مجھے اس جگہ سے پانی پلایا جاتا ہے" پھر ابو لہب نے اپنے انگوٹھے کے نیچے والے سوراخ (گڑھے) کی طرف اشارہ کیا۔

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اس روایت کے مختلف طرق اور روایات ایک دوسرے کی تائید، تقویت اور تکمیل کرتے ہیں، نہ کہ ان کے درمیان کوئی تعارض یا اختلاف پایا جاتا ہے۔

چناں چہ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المصنف" میں اس روایت کو سندِ صحیح کے ساتھ ان زائد الفاظ سمیت نقل فرمایا ہے، جن سے حدیث کا مفہوم مزید روشن، واضح اور مکمل ہو جاتا ہے، اور روایت میں مذکور واقعہ کی حقیقت کو سمجھنے میں مزید مدد ملتی ہے۔

عن معمر، عن الزهري، عن عروة، عن زينب بنت أبي سلمة أن أبا لهب أعتق جارية لها، يقال لها: ثويبة، وكانت قد أرضعت النبي - ﷺ -، فرأى أبا لهب بعض أهله في النوم، فسأله ما وجد؟ فقال: ما وجدت بعدكم راحة غير أني سقيت في هذه مني، وأشار إلى النقرة التي تحت إبهامه، في عتقي ثويبة.

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ، حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ: ابو لہب نے اپنی ایک لونڈی، جس کا نام ثویبہ تھا، آزاد کر دیا تھا، اور اسی ثویبہ نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ پھر ابو

لہب کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا: "مرنے کے بعد تم نے کیا پایا؟ ابو لہب نے جواب دیا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے مجھے اس جگہ سے پانی پلایا جاتا ہے، اور اس نے اپنے انگوٹھے کے نیچے والے گڑھے (انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان کی جگہ) کی طرف اشارہ کیا۔

(المصنف عبد الرزاق ، ج ٩ ، ص ٦١ ، ح ١٦٣٥٠ ، ط: المجلس العلمي)

یہی روایت دیگر ائمہ حدیث نے بھی اپنی کتب میں نقل کی ہے، جن میں امام ابن ابی الدنیا، امام مروزی، امام بغوی اور امام بیہقی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ متعدد ائمہ کا اس روایت کو اپنی تصانیف میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس واقعہ کی اصل ان کے نزدیک معروف اور قابلِ اعتبار ہیں۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

- المنامات لابن أبی الدنیا، ص ١٢٤ ، ح ٢٦٤ ، ط: مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت
- السنّة للمروزی، ص ٨٢ ، ح ٢٩٠ ، ط: مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت
- شرح السنّة للبغوی، ج ٩ ، ص ٧٦ ، ح ٢٢٨٢ ، ط: المكتب الإسلامي - بيروت
- الروض الأنف في شرح السيرة النبويّة لابن هشام، ج ٥ ، ص ١٢٣ ، ط: دار إحياء التراث
- السنن الكبرى للبيهقی، ج ٧ ، ص ٢٦٢ ، ح ١٣٩٢٣ ، ط: دار الكتب العلمية
- شعب الايمان شعب الإيمان للبيهقی، ج ١ ، ص ٤٤٥ ، ح ٢٧٧ ، ط: مكتبة الرشد للنشر

اور امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں بھی نقل کیا ہے:

قال عروة: وثويبة: مولاة أبي لهب، كان أبو لهب أعتقها، فأرضعت رسول الله، ﷺ، فلما مات أبو لهب أريه بعض أهله في النوم بشر حيبة، فقال له: ماذا لقيت؟ فقال أبو لهب: لم ألق بعدكم رخاء، غير أني سقيت في هذه مني بعتاقتي ثويبة، وأشار إلى النقير التي بين الإبهام والتي يليها من الأصابع.

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثویبہ ابو لہب کی لونڈی تھی۔ ابو لہب نے اسے آزاد کر دیا تھا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا۔ جب ابو لہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں نہایت بری حالت میں دیکھا اور اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ ابو لہب نے جواب دیا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی، البتہ مجھے ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے اس انگلی سے پانی پلایا جاتا ہے۔ اور اس نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان کے گڑھے کی طرف اشارہ کیا۔

(دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ج ١ ، ص ١٤٩ ، ح ٣٥٩ ، ط: دار الكتب العلمية)

اس کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث و سیرت میں بھی مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ ہوئی تو ابو لہب کی باندی حضرت ثویبہ نے اسے اس مبارک ولادت کی خوش خبری سنائی، یہ خبر سن کر ابو لہب خوش ہوا اور خوشی کے اظہار کے طور پر حضرت ثویبہ کو آزاد کر دیا اور اس وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔

اسی واقعے کے متعلق صاحبِ روض الأنف لکھتے ہیں: وذلك أن رسول الله ﷺ ولد يوم الاثنين وكانت ثويبة قد بشرته بمولده فقالت له أشعرت أن آمنة ولدت غلاما لأخيك عبد الله؟ فقل لها: اذهبي، فأنت حرة فنفعه ذلك وفي النار كما نفع أخاه أبا طالب ذبه عن رسول الله - ﷺ - فهو أهون أهل النار عذابا.

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے تھے، اور ثویبہ نے ابو لہب کو آپ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔ اس نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے بھائی عبد اللہ کے ہاں آمنہ نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے؟ اس پر ابو لہب نے کہا: جاؤ! تم آزاد ہو۔ چناں چہ اس (خوشی میں غلام آزاد کرنے) کا اسے جہنم میں بھی فائدہ پہنچتا ہے، جیسے اس کے بھائی ابو طالب کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت اور دفاع کرنے کا فائدہ پہنچا، اسی لیے ابو طالب اہلِ جہنم میں سب سے ہلکا عذاب پانے والوں میں ہے۔ (الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج ٥ ، ص ١٢٣ ، ط: دار إحياء التراث العربي)

الغرض یہ ہے کہ یہ روایت صرف ایک منفرد سند سے منقول نہیں، بلکہ متعدد ائمہ حدیث نے اسے مختلف طرق سے روایت کیا ہے، جن میں بعض طرق دوسرے طرق کی شرح و تائید کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ محدثین و شارحین نے اس روایت کو قبول کیا، اس سے استدلال فرمایا اور اس کی تشریح بھی بیان کی۔

لہذا ابو لہب کو جو معمولی سی تخفیف یا راحت حاصل ہوئی، وہ اس کے کسی استحقاق کی بنا پر نہیں، بلکہ صرف نبی مکرم ﷺ کی جلالتِ شان، عظمتِ مقام اور آپ ﷺ سے تعلق کی برکت کی وجہ سے نصیب ہوئی جو کہ میلاد کی خوشی میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ و محدثین کرام نے واضح کیا ہے کہ یہ ایک خاص معاملہ ہے، جس کا سبب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، نہ کہ ابو لہب کا کوئی ذاتی کمال یا استحقاق۔

اقوال محدثین:

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے محدثین کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں رقم طراز ہیں: امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ "ابو طالب والی روایت" کے متعلق فرماتے ہیں: وقد أخرجه صاحبا الصحيح وغيرهما من الأئمة في كتبهم الصحاح، وإنما يصح لمن ذهب المذهب الثاني في خيرات الكافر أن يقول: حديث أبي طالب خاص في التخفيف عن عذابه بما صنع إلى النبي ﷺ، خص به أبو طالب لأجل النبي ﷺ تطييبًا لقلبه وثوابًا له في نفسه لا لأبي طالب، فإن حسنات أبي طالب صارت بموته على كفره هباء منثورًا.

ترجمہ: اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم (صحیحین کے دونوں مصنفین) سمیت دیگر ائمہ نے بھی اپنی صحیح کتابوں میں روایت کیا ہے۔ البتہ جو لوگ اس دوسرے مذہب کے قائل ہیں کہ کافر کو اس کی نیکیوں کا کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے، وہ یہ کہیں گے کہ ابو طالب والی حدیث ایک خاص معاملہ ہے؛ یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے صرف ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی گئی۔ یہ خصوصی رعایت نبی کریم ﷺ کی خاطر، آپ کے

قلبِ مبارک کی تسکین اور آپ کے اعزاز کے لیے تھی، نہ کہ خود ابو طالب کے استحقاق کی بنا پر؛ کیوں کہ ابو طالب کی تمام نیکیاں کفر پر مرنے کی وجہ سے ضائع ہو گئیں۔(شعب الإيمان، ج ١ ، ص ٤٤٥ ، ح ٢٧٧ ، ط: مكتبة الرشد)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں واضح فرمایا: کہ یہ تخفیف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے ہے، نہ کہ کافر کے اعمال کے مستقل استحقاق کی بنا پر۔

وثانيا على تقدير القبول فيحتمل أن يكون ما يتعلق بالنبي ﷺ مخصوصا من ذلك، بدليل قصة أبي طالب كما تقدم أنه خفف عنه فنقل من الغمرات إلى الضحضاح.

ترجمہ: دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس روایت کو قبول بھی کر لیا جائے، تو یہ رسول اللہ ﷺ سے متعلق امور اس حکم سے مستثنیٰ ہوں، جس کی دلیل ابو طالب کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ نبی کریم ﷺ کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف کی گئی اور انہیں آگ کی گہرائی سے نکال کر کم گہری آگ (ضحضاح) میں منتقل کر دیا گیا۔

(فتح الباري بشرح صحيح البخاري، ج ٩ ، ص ٢٦٥ ، حديث ٥١٠١ ، ط: دار المعرفة – بيروت)

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے "عمدۃ القاری" میں بھی یہی لکھا: کہ ابو لہب کو یہ رعایت رسول اللہ ﷺ کی برکت اور خصوصیت کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

وعلي تقدير التسليم يحتمل أن يكون العمل الصالح والخير الذي يتعلق لرسول الله ﷺ مخصوصا، كما أن أبا طالب أيضا ينتفع بتخفيف العذاب.

ترجمہ: اور اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ احتمال موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے متعلق نیکی اور بھلائی اس حکم سے مستثنیٰ ہو، جیسا کہ حضرت ابو طالب کو بھی نبی کریم ﷺ کی نسبت سے عذاب میں تخفیف کا فائدہ پہنچا۔

وأجيب ثانيا: على تقدير القبول، يحتمل أن يكون ما يتعلق بالنبي ﷺ مخصوصا من ذلك بدليل قصة أبي طالب حيث خفف عنه. فنقل من الغمرات إلى الضحضاح، وقال القرطبي: هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه، والله أعلم .

ترجمہ: دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تب بھی یہ احتمال ہے کہ نبی کریم ﷺ سے متعلق بعض امور اس حکم سے مستثنیٰ اور خاص ہوں۔ اس کی دلیل حضرت ابو طالب کا واقعہ ہے، جن کے عذاب میں تخفیف کی گئی، چنانچہ انہیں جہنم کی گہرائیوں سے نکال کر کم گہرے عذاب (ضحضاح) میں منتقل کر دیا گیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تخفیف خاص اسی قسم کے افراد کے لیے ہے جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (عمدة القاري ، ج ٢٠ ، ص ٩٥ ، ح ٢٠١٤ ، ط: دار إحياء التراث العربي)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ "التوشیح" میں فرماتے ہیں: هذا خاص به إكرامًا للنبي ﷺ كما خفف عن أبي طالب بسببه. ترجمہ: یہ خصوصی رعایت صرف رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے باعث ہے، جیسے آپ ﷺ کی وجہ سے ابو طالب کے عذاب میں بھی کمی کی گئی۔

(التوشيح شرح الجامع الصحيح، ج ٧ ، ص ٣٢٢٣ ، ح ٥١٠١ ، ط: مكتبة الرشد)

شارح بخاری علامہ امام قسطلانی رحمہ اللہ "مواہب اللدنیۃ" میں امام ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

کہ جب ابو لہب کافر کا یہ حال ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا (قرآن میں فرمایا: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ)۔ ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ ہلاک ہو۔ اسے ولادتِ نبوی کی خوشی میں جہنم کے اندر بھی اچھا بدلہ دیا گیا، تو وہ مسلمان جو عقیدۂ توحید پر قائم ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے اور میلادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی مناتا ہے، جس قدر ممکن ہو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خرچ کرتا ہے، مجھے اپنی زندگی کی قسم! اللہ کے فضل سے اسے یہ جزا ملے گی کہ وہ اس کو اپنے عام فضل و کرم سے نعمتوں والے باغات میں داخل کرے گا۔

(المواہب اللدنیہ مترجم، ج ١، ص ٩٢، ط: فرید بک اسٹال)

امام زرقانی رحمہ اللہ نے شرح المواہب اللدنیہ میں اس مضمون کو نہایت لطیف اور دلنشیں اشعار میں بیان فرمایا ہے:

ولله در حافظ الشام شمس الدين محمد بن ناصر، في قوله:

إذا كان هذا كافرا جاء ذمه ... وتبت يداه في الجحيم مخلدا.

أتى أنه في يوم الاثنين دائما ... يخفف عنه للسرور بأحمدا.

فما الظن بالعبد الذي كان عمره ... بأحمد مسرورا ومات موحدا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ محدث شامی، شمس الدین محمد بن ناصر رحمہ اللہ کے لیے بہترین اجر عطا فرمائے جنہوں نے فرمایا: اگر یہ بات ایک کافر کے بارے میں ثابت ہے کہ اس کی مذمت کی گئی ہے، اور اس کے ہاتھ ہلاک ہوں گے * وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، پھر بھی ہر پیر کے دن احمد ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے * تو اس مسلمان بندے کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے، جس نے اپنی پوری زندگی احمد ﷺ کی خوشی اور محبت میں گزاری * اور توحید پر ایمان رکھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا؟

یعنی: جب ایک کافر بھی نبی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی منانے کی وجہ سے پیر کے دن عذاب میں تخفیف کا مستحق ہو سکتا ہے، تو اس مومن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ ہو گا جو ساری زندگی حضور اکرم ﷺ کی محبت و خوشی میں بسر کرے اور ایمان و توحید پر اس کا خاتمہ ہو؟

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ١ ، ص ٢٦١ ، ط: دار الكتب العلمية)

بہر حال، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو لہب ایمان سے محروم اور رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ اس نے پوری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں گزاری، لیکن جب اسے نبی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خبر ملی تو اس نے خوشی کے اظہار میں اپنی باندی حضرت ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اسی نسبتِ مصطفوی ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب میں ایک خاص قسم کی تخفیف فرما دی۔ حالاں کہ اس کی خوشی ایمان و محبتِ رسول اور ولادتِ رسول ﷺ کی بنیاد پر نہیں تھی، بلکہ صرف اس اعتبار سے تھی کہ اس کے بھائی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جب ایک ایسا شخص، جس کی مذمت میں قرآنِ کریم کی سورت نازل ہوئی، صرف اس نسبت کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کا مستحق قرار پایا، تو وہ مسلمان جو نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول، اپنے محبوب آقا اور سراپا رحمت مانتے ہوئے آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ پر خوشی کا اظہار کرتا، درود و سلام پڑھتا، صدقہ و خیرات کرتا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے کیوں محروم رہے گا....؟

اسی لیے متعدد ائمہ و محدثین نے اس واقعہ سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار ایک کافر کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت سے عذاب میں تخفیف کا سبب بن سکتا ہے، تو ایک مومن کے لیے، جو خلوصِ ایمان اور محبتِ رسول ﷺ کے ساتھ یہ خوشی مناتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور اجرِ عظیم کی امید بدرجہ اولیٰ ہو گی۔

چناں چہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب ابولہب جیسے کافر کو میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کی نسبت سے یہ رعایت حاصل ہو سکتی ہے، تو وہ مومن جو محبت و عقیدت کے ساتھ میلادِ رسول ﷺ پر خوشی مناتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت کا مستحق کیوں نہ ہو گا...؟

مزید دل چسپ بات یہ ہے کہ منکرین میلاد کے پیشواؤں نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے:

چناں چہ عبد الوہاب نجدی کے بیٹے عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نے بھی ابولہب والی روایت سے میلادِ نبوی ﷺ پر استدلال کیا ہے۔ اس نے علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا کہ: جب ابولہب جیسے کافر کو رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ پر خوشی منانے کی وجہ سے یہ رعایت حاصل ہوئی، تو اس مسلمان کا کیا مقام ہو گا جو ایمان و محبت کے ساتھ میلادِ مصطفیٰ ﷺ پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول، ص ۳۲، ط: المکتبہ الرحمانیہ)

اسی طرح وہابیوں کے محدث محمد بن صالح ابن عثیمین لکھتے ہیں: ابولہب کو جہنم میں اپنے انگوٹھے کے سوراخ سے پانی پلایا جانا نبی کریم ﷺ کی برکت اور خصوصیت کی بنا پر ہے، ورنہ ایک کافر اس رعایت کا مستحق نہیں تھا۔ لہٰذا اس کے عذاب میں تخفیف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ وقوله: «في هذه»، يشير إلى إبهامه؛ أي: سُقي من إبهامه بعتاقة ثويبة لما حُرِّرَها، وكانت أرضعت النبي ﷺ، فصار -والله أعلم- يمصُّ إبهامه كما يمصُّ الطفل الثدي، وهذا من بركة النبي ﷺ، وإلا فإن أبا لهب لا يستحق أن يُسقى. وفيه أيضًا: أن الكافر قد يُخفَّف عنه بعمل الخير، ولكن هذا خاصٌّ فيمن حصل لهم علاقةٌ بالنبي ﷺ. ترجمہ: مصنف کا یہ قول: "اس (انگوٹھے) سے"، اس کے انگوٹھے کی طرف اشارہ ہے؛ یعنی ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اسے اپنے انگوٹھے سے پانی پلایا جاتا ہے۔ ثویبہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، اس لیے

–واللہ اعلم– وہ اپنے انگوٹھے کو اس طرح چوستا ہے جیسے شیر خوار بچہ ماں کا دودھ چوستا ہے، یہ سب نبی کریم ﷺ کی برکت کا اثر ہے، ورنہ ابو لہب اس بات کا مستحق نہیں کہ اسے پانی پلایا جائے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے عذاب میں اس کے کسی نیک عمل کی وجہ سے تخفیف ہو سکتی ہے، لیکن یہ خصوصیت ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ سے کسی نہ کسی طرح کا تعلق حاصل ہوا ہو۔

(شرح صحیح البخاری لابن عثیمین، ج ٦ ، ص ١٩٥، ط: المکتبة الاسلامیة)

اسی مفہوم کو دیوبندیوں کے محدث شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے بھی اختیار کرتے ہوئے لکھا: اور اس (واقعہ) کو خصوصیت بھی قرار دیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس واقعہ کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، جس کی وجہ سے ابو لہب کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی۔ چناں چہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ تخفیف خاص اسی قسم کے افراد کے لیے ہے جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(کشف الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، ج١٩، ص ١٩٤، ط: مکتبہ فاروقیہ)

قرآن وحدیث میں تطبیق:

مذکورہ تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ائمہ حدیث و شارحین کے نزدیک ابو لہب کے عذاب میں تخفیف نبی کریم ﷺ کی خصوصیت، آپ ﷺ کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بنا پر ہے، نہ کہ یہ قرآنِ مجید کے کسی حکم کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جہاں کفار کے اعمال کے ضائع ہونے اور ان کے دائمی عذاب کا ذکر ہے، وہاں اس سے مراد یہ ہے کہ کافر اپنے کسی بھی عملِ خیر کی وجہ سے نہ نجات کا مستحق ہو گا، نہ جنت میں داخل ہو گا اور نہ اس کے دائمی عذاب کی مدت میں کوئی کمی کی جائے گی۔

جب کہ ابو لہب اور ابو طالب کے بارے میں وارد احادیث میں نجات یا مدتِ عذاب میں تخفیف کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ صرف کیفیتِ عذاب میں تخفیف کا بیان ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی خصوصی نسبت اور برکت کے سبب ان کے عذاب کی شدت میں جس قدر چاہے کمی فرمادے، یہ اس کی مشیت اور اس کے اختیار میں ہے۔

لہٰذا قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں، بلکہ دونوں کو ان کے صحیح محل پر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اپنے مقام پر حق ہے اور حدیث اپنے مقام پر حق، اور دونوں ایک دوسرے کی تائید و توضیح کرتی ہیں، نہ کہ ایک دوسرے کی مخالفت۔

لہٰذا حاصلِ کلام یہ ہے کہ ابو لہب والی روایت کو قرآنِ مجید کے خلاف قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے، اور اسی مفہوم کی روایت حضرت ابو طالب کے بارے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں مروی ہے۔ پھر ائمہ محدثین، شارحینِ حدیث اور مفسرین نے ان روایات کی ایسی توجیہ بیان فرمائی ہے جس سے قرآن و حدیث کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

تو اس روایت کو قرآنِ مجید کے خلاف قرار دینا یا اسے محض شبہے کی بنیاد پر ردّ کر دینا درست نہیں، بلکہ یہ صحیح احادیث، ائمہ محدثین، شارحینِ حدیث اور جمہور اہلِ علم کی تصریحات سے صرفِ نظر کرنے کے مترادف ہے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ قرآن و سنت دونوں کو صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ و محدثین کی بیان کردہ تطبیق کے مطابق سمجھا جائے، نہ کہ ایک کو دوسرے کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔

قابلِ توجہ بات بھی یہ ہے کہ خود وہابی و دیوبندی کے علماء بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں: کہ قرآن و سنت کا وہی معنی و مفہوم معتبر ہو گا جسے صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلفِ صالحین نے سمجھا اور بیان کیا ہو۔

چناں چہ دیوبندی عالم الیاس گھمن صاحب اپنی جماعت کا اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: چند اصولی باتیں: اس میں اصول نمبر ۲ لکھتے ہیں: قرآن و سنت کا جو مفہوم صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ نے سمجھا ہے وہی صحیح اور درست ہے، اس کے خلاف اگر کوئی شخص کوئی اور مطلب بیان کرے تو ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

(المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، ص:۲۳)

اسی طرح وہابی غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: یہ شرائط قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ بعض سلف صالحین سے ثابت ہیں، اور ہم کتاب و سنت کو سلف صالحین کے فہم سے ہی سمجھتے ہیں، لہٰذا ہمیں ان دونوں شرطوں کا اقرار ہے۔ (فتاویٰ علمیہ، ج۱، ص:۶۸۲، ط: مکتبہ اسلامیہ)

اب انصاف کے ساتھ خود فیصلہ کیجیے کہ ائمہ سلف، محدثین اور شارحینِ حدیث نے اس روایت سے کیا استدلال فرمایا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو قبول کیا، اس کی شرح لکھی، اس سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت، آپ ﷺ کی برکت اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف پر استدلال کیا۔ لیکن افسوس کہ آج بعض وہابی و دیوبندی حضرات انہی ائمہ سلف کی تصریحات کو نظر انداز کرکے اس روایت پر اعتراضات کرتے ہیں، حالاں کہ یہ طرزِ عمل خود ان کے اس اصول کے خلاف ہے کہ قرآن وسنت کو سلفِ صالحین کے فہم ہی کی روشنی میں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا چاہیے تھا کہ وہ بھی اپنے اکابر کے تسلیم شدہ اصول کے مطابق ائمہ سلف کی تشریحات کو قبول کرتے، نہ کہ ان کے برخلاف نئی تاویلات اور اعتراضات پیش کرتے، اور میلاد النبی ﷺ پر خوش ہونے کے بجائے روتے بیٹھتے ہیں۔

اعتراضات اور جوابات:

اب کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں جو منکرین میلاد کی طرف سے ہوتا ہے، اس روایت پر دو چار فضول اعتراض کیے جاتے ہیں، اگرچہ اس روایت پر کیے جانے والے اعتراضات علمی حیثیت نہیں رکھتے اور ان میں کوئی وزن نہیں، اس لیے ان کے جواب کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ تاہم اتمامِ حجت، ازالۂ شبہات اور حق کے مزید وضاحت کے لیے ان اعتراضات کو ترتیب وار نقل کرکے ان کے علمی و تحقیقی جوابات پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ قارئین کے سامنے حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے۔

پہلا اعتراض: روایت میں ضعف!

اعتراض: بخاری شریف میں یہ روایت "مرسلا" ذکر ہے اور مرسل روایت ضعیف ہوتی ہیں لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔

جواب: ❶ پہلی بات یہ ہے کہ بخاری شریف کی روایت کو آپ "مرسل" تو کہہ سکتے ہیں، لیکن صرف مرسل اور ضعیف کہہ کر مردود و ناقابل قبول نہیں قرار دے سکتے، کیوں کہ اس روایت کو امام بخاری کے استاد امام عبد الرزاق نے اپنی کتاب "المصنف" میں بسند صحیح متصلاً ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: عن معمر، عن الزهري، عن عروة، عن زينب بنت أبي سلمة: أن أبا لهب أعتق جارية لها، يقال لها: ثويبة، وكانت قد أرضعت النبي - ﷺ -، فرأى أبا لهب بعض أهله في النوم، فسأله ما وجد؟ فقال: ما وجدت بعدكم راحة غير أني سقيت في هذه مني، وأشار إلى النقرة التي تحت إبهامه، في عتقي ثويبة.

(المصنف عبد الرزاق، ج ٩، ص ٦١، ح ١٦٣٥٠، ط: المجلس العلمي)

مزید یہ کہ المصنف کی اس روایت میں یہ بھی ذکر کر دیا گیا کہ عروہ (تابعی) کے بعد جو راوی ہیں وہ صحابیہ ہیں اور وہ زینب بنت ابو سلمہ ہیں (اور یہ زینب بنت ابو سلمہ حضور ﷺ کی ربیبہ بیٹی بھی ہیں)۔

مصنف عبد الرزاق کی سند بھی ملاحظہ فرمایئے اس سند کے تمام رواۃ، یعنی (۱) معمر، (۲) امام زہری، اور (۳) عروہ، ثقہ، ثبت اور حافظ ہیں، جب کہ آخر میں صحابیہ ربیبہ رسول حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ لہٰذا یہ سند متصل ہے، اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور حدیثِ صحیح کی بنیادی شرائط بھی اس میں پوری ہوتی ہیں، لہٰذا مصنف عبد الرزاق کی یہ روایت سنداً صحیح ہے اور اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

2 دوسری بات یہ ہے کہ بخاری شریف کی روایت کو آپ محض مرسل اور ضعیف کہہ کر ناقابل قبول کیسے قرار دے سکتے، جب کہ ائمہ ثلاثہ (امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام اعظم) مرسل روایت کو قبول کرتے ہیں اور امام شافعی بھی بعض شرطوں کے ساتھ مرسل روایت کو قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں: نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر لابن حجر العسقلاني :

پہلے مرسل حدیث کی تعریف ملاحظہ فرمائیں:

وهو ما سقط من آخره من بعد التابعي هو المرسل. وصورته أن يقول التابعي -سواء كان كبيرا أم صغيرا-: قال رسول الله -ﷺ- كذا، أو فعل كذا، أو فعل بحضرته كذا، ونحو ذلك.

ترجمہ: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے، یعنی تابعی کے بعد کا راوی ساقط ہو۔ اسے "مرسل" حدیث کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، یوں کہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..."، یا "رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل فرمایا..."، یا "رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کام کیا گیا..." اور اس کے بعد صحابی کا ذکر نہ کرے۔ (نزهة النظر، ص ۸۲، ط: مطبعة الصباح)

اب مرسل حدیث کا حکم بھی ملاحظہ فرمائیں:

وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين يقبل مطلقا. ترجمہ: امام احمد رحمہ اللہ کا دوسرا (صحیح) قول، اور مالکیہ، واہلِ کوفہ (یعنی: امام اعظم) کا مذہب یہ ہے کہ مرسل حدیث مطلقاً قابلِ قبول ہے۔

(نزهة النظر، ص ۸۳، ط: مطبعة الصباح)

اب امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف بھی ملاحظہ فرمائیں :

وقال الشافعي:يقبل إن اعتضد بمجيئه من وجه آخر يباين الطريق الأولى، مسندا أو مرسلا، ليرجح احتمال كون المحذوف ثقة في نفس الأمر.

ترجمہ:امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرسل حدیث اس وقت قابلِ قبول ہو گی جب اس کی تائید کسی دوسری مستقل سند سے ہو، جو پہلی سند سے مختلف ہو، خواہ وہ سند متصل (مسند) ہو یا مرسل، تاکہ اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ حذف کیا گیا راوی حقیقت میں ثقہ (قابلِ اعتماد) تھا۔(نزهة النظر، ص ۸۳، ط: مطبعة الصباح)

ہاں جی! امام شافعی کی قبولِ مرسل کے شرط کے مطابق، امام بخاری کی روایت کو انہی کے استاد محترم امام عبد الرزاق کی روایت سے تائید حاصل ہے، لہٰذا امام شافعی کی قبول شرط کی شرط پالی گئی اور اب یہ ان کے نزدیک بھی مقبول ہو گی۔

شیخ محمود بن احمد الطحان" تیسیر مصطلح الحدیث "میں "مرسل "کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صحيح يحتج به: وهذا عند الأئمة الثلاثة -أبي حنيفة، ومالك، وأحمد في المشهور عنه- وطائفة من العلماء، بشرط أن يكون المرسل ثقة، ولا يرسل إلا عن ثقة. وحجتهم أن التابعي الثقة لا يستحل أن يقول: قال رسول الله ﷺ إلا إذا سمعه من ثقة.

ترجمہ:مرسل حدیث صحیح اور قابلِ احتجاج ہوتی ہے۔ یہ موقف ائمہ ثلاثہ: امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ (مشہور قول کے مطابق) نیز بعض دیگر علماء کا ہے، بشرطیکہ مرسل روایت بیان کرنے والا تابعی ثقہ ہو اور وہ صرف ثقہ راویوں ہی سے مرسل روایت بیان کرتا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک ثقہ تابعی اس وقت تک "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" نہیں کہہ سکتا، جب تک اس نے یہ حدیث کسی قابلِ اعتماد (ثقہ) راوی سے نہ سنی ہو۔

(تيسير مصطلح الحديث، ص ۸۹ ، ط: مكتبة المعارف)

مرسل روایت کو قبول کرنے میں تابعین کا اجماع ہے۔

وقد حكى ابن جرير إجماع التابعين على قبول المرسل، وأنه لم يأت عن أحد منهم إنكاره، ولا عن أحد من الأئمة إلى رأس المائتين الذين هم من أهل القرون الفاضلة، المشهود لهم من المشرع صلوات الله وسلامه عليه بالخيرية.

ترجمہ: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ تابعین کا مرسل حدیث کو قبول کرنے پر اجماع تھا، اور ان میں سے کسی ایک سے بھی اس کے انکار کا قول منقول نہیں۔ اسی طرح پہلی دو صدیوں کے ائمہ، جو خیر القرون میں شمار ہوتے ہیں اور جن کی فضیلت کی گواہی خود نبی کریم ﷺ نے دی ہے، ان میں سے بھی کسی سے مرسل حدیث کے انکار کا قول ثابت نہیں ہے۔(الوسيط في علوم ومصطلح الحديث، ص ٢٨٣ ، ط: دار الفكر العربي)

اس موقف کی تائید میں متعدد دیگر نصوص و مراجع بھی دست یاب ہیں، مگر اختصار کی رعایت سے یہاں صرف چند معروف کتب کے نام ذکر کر دینا کافی ہو گا۔

- "الغرامية في مصطلح الحديث" لابن فرح.
- "النكت على ابن الصلاح" لابن حجر.
- "تدريب الراوى في شرح تقريب النووي" للسيوطى.
- "فتح المغيث بشرح الخفية الحديث" للسخاوي.
- "الوسيط في علوم ومصطلح الحديث" لأبي الشبهة.
- "منهج النقد فى علوم الحديث" للنور الدين عتر.

بر سبیل تنزل آپ کی بات مان بھی لیں تو بھی یہ روایت فضائل و مناقب کے باب سے متعلق ہے، نہ کہ حلال و حرام یا عقائد و مسائل کے باب سے۔ اور جمہور محدثین کا متفقہ اصول ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف احادیث بھی مقبول ہیں: چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في

الأسانيد ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف، والعمل به من غير بيان ضعفه في غير صفات الله تعالى والأحكام كالحلال والحرام، ومما لا تعلق له بالعقائد والأحكام.

ترجمہ: محدثین اور دیگر علماء کے نزدیک اس بات کی گنجائش ہے کہ فضائلِ اعمال، ترغیب وترہیب اور اسی نوع کے امور میں، موضوع (من گھڑت) روایت کے علاوہ ضعیف حدیث کو سند میں کچھ نرمی کے ساتھ روایت کیا جائے اور اس پر عمل بھی کیا جائے، بغیر اس کے کہ ہر مرتبہ اس کے ضعیف ہونے کی صراحت کی جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات، عقائد، اور شرعی احکام، جیسے حلال و حرام وغیرہ کے مسائل میں ضعیف حدیث پر نہ روایت میں یہ نرمی برتی جائے گی اور نہ اس سے استدلال کیا جائے گا۔(تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، ج١ ، ص ٣٥٠ ط: دار طيبة)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد) الضعيفة (ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان ضعفه في غير صفات الله تعالى)، وما يجوز ويستحيل عليه، وتفسير كلامه، (والأحكام كالحلال والحرام، و) غيرهما، وذلك كالقصص وفضائل الأعمال والمواعظ، وغيرها (مما لا تعلق له بالعقائد والأحكام) .

ترجمہ: محدثین اور دیگر ائمہ کے نزدیک ضعیف سند کے معاملے میں نرمی برتنا جائز ہے۔ چناں چہ موضوع (من گھڑت) روایت کے علاوہ ضعیف حدیث کو روایت کرنا، اور فضائل کے باب میں اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ ہر مرتبہ اس کے ضعیف ہونے کی صراحت نہ کی جائے، البتہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کے حق میں جائز و محال امور، قرآنِ کریم کی تفسیر، اور شرعی احکام، جیسے حلال و حرام اور دیگر فقہی مسائل کے بارے میں نہیں ہے۔ یہ رخصت صرف ان امور میں ہے جن کا تعلق عقائد اور احکام سے نہیں، مثلاً فضائلِ اعمال، قصص، وعظ و نصیحت، ترغیب وترہیب اور اسی نوع کے دیگر موضوعات۔

(تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، ج١ ، ص ٣٥٠ ط: دار طيبة)

فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف کے مقبول ہونے کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "مرقاۃ" میں فرماتے ہیں:وهو يعمل به في فضائل الأعمال اتفاقا. ترجمہ:اور ضعیف حدیث پر فضائل اعمال میں بالاتفاق عمل کیاجائے گا۔ (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، جلد ٢، صفحه ٨٠٦، ط: دار الفكر)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:لكن يعمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال باتفاق العلماء.

ترجمہ: تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، جلد ٣ ، صفحه ٩٦٩ ، ط: دار الفكر)

قبول ضعاف فی فضائلِ الاعمال کے متعلق امام اہلِ سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔۔۔۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا، یا کسی نبی یا صحابی کی خُوبی بیان ہوئی کہ اُنہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی۔

امام ابوزکریا نووی "اربعین" پھر امام ابن حجر مکی "شرح مشکوٰۃ" پھر مولانا علی قاری "مرقاۃ" و "حرز ثمین شرح حصن حصین" میں فرماتے ہیں:قد اتفق الحفاظ و لفظ الاربعين قداتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف فى فضائل الاعمال و لفظ الحرز لجواز العمل بہ فى فضائل الاعمال بالاتفاق. یعنی بیشک حفاظِ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔(ملخصاً)(فتاوی رضویہ، ج۵، ص۴۸۵، ۴۸۶، ط:رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید برآں، خود وہابیہ و دیابنہ کے اکابر علماء بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں: کہ فضائلِ اعمال، ترغیب و ترہیب، مناقب اور رقائق کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل اور اس کا بیان جائز ہے۔ چنانچہ ان کے اکابرین نے بھی اپنے فتاویٰ اور تصریحات میں اسی اصول کو اختیار کیا ہے۔ اسی ضمن میں وہابیوں کے محدث حافظ عبد اللہ روپڑی اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں: فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث، ج ۲، ص ۵۵۴، ط: ادارہ احیاء السنہ النبویہ)

اسی طرح وہابیوں کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی بھی اپنے ایک فتویٰ میں اس اصول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۳۰۳، ط: اہل حدیث اکادمی)

اسی طرح دیوبندیوں کے معروف عالم ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں: وہ حدیث ضعیف ہے جس کی سند موجود ہو (یعنی موضوع اور من گھڑت نہ ہو) لیکن اس کے راوی باعتبار یادداشت یا عدالت کے کمزور ہوں، لیکن اگر اُسے دوسری سندوں سے تائید حاصل ہو تو یہ قبول کی جاسکتی ہے۔ یہی نہیں کہ صرف فضائلِ اعمال میں اُنہیں لے لیا جائے گا، بلکہ ان سے بعض حالات میں استخراجِ مسائل بھی کیا جاسکتا ہے۔ قیاس استنباطِ مسائل کے لیے ہی ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات احکام میں ہی چل سکتی ہے، فضائل میں نہیں، سو اس بات سے چارہ نہیں کہ حدیث ضعیف کا بھی اپنا ایک وزن ہے، یہ من گھڑت نہیں ہوتی۔

(آثار الحدیث، ج ۲، ص ۱۴۵، ط: دار المعارف، اُردو بازار، لاہور)

اب آپ خود غور کریں! کہ جب خود وہابیہ اور دیابنہ کے اکابر علماء اس اصول کا اقرار کر رہے ہیں، کہ فضائلِ اعمال، ترغیب و ترہیب اور مناقب کے باب میں ضعیف حدیث بھی قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہوتی ہے، تو پھر حضرتِ ثویبہ رضی اللہ عنہا سے متعلق اس روایت پر اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اگر بالفرض کوئی اس روایت کو ضعیف بھی تسلیم کر لے، تب بھی اپنے ہی مسلمہ اصول کے مطابق اسے رد کرنا یا اس پر تشویش ظاہر کرنا درست نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت محض ضعیف نہیں، بلکہ محدثین کے نزدیک قابلِ قبول اور مؤید روایات سے تقویت یافتہ ہے۔ لہٰذا اس روایت پر اعتراض کرنا دراصل اپنے ہی مسلمہ اصولوں سے انحراف کے مترادف ہے۔

دوسرا اعتراض: خواب کی شرعی حیثیت؟

اعتراض: مذکورہ بالا روایت ایک خواب کا واقعہ جو کہ شرعاً حجت نہیں ہے، اور حضرت عباس نے وہ خواب حالت کفر میں دیکھا تھا تو یہ قابل قبول کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ابو لہب کا یہ واقعہ میلادِ نبوی ﷺ پر مستقل دلیل نہیں، بلکہ بطورِ تائید پیش کیا جاتا ہے۔ اس مسئلے کے بنیادی دلائل قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اقوال محدثین اور امتِ مسلمہ کے تعامل سے ثابت ہیں، جب کہ ابو لہب کا واقعہ ان دلائل کی مؤید و مؤکد کی حیثیت رکھتا ہے، نہ کہ اصل دلیل و بنیاد۔

دوسری بات اس مقام پر دو باتیں قابلِ توجہ ہیں:

1. پہلی یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں ابو لہب کو دیکھا، جس میں اس نے بتایا کہ حضرت ثویبہ کو آزاد کرنے کی برکت سے ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔
2. دوسری بات یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیداری کی حالت میں شرف صحابیت سے مشرف ہونے کے بعد اس واقعے کا ذکر فرمایا، جسے محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وذكر السهيلي أن العباس قال: لما مات أبو لهب رأيته في منامي بعد حول في شر حال فقال: ما لقيت بعدكم راحة، إلا أن العذاب يخفف عني كل يوم اثنين، قال: وذلك أن النبي ﷺ ولد يوم الاثنين، وكانت ثويبة بشرت أبا لهب بمولده فأعتقها.

ترجمہ: امام سہیلی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ابو لہب کی وفات کو ایک سال گزر گیا تو میں نے اسے خواب میں نہایت بری حالت میں دیکھا۔ وہ کہنے لگا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کبھی راحت نصیب نہیں ہوئی، البتہ ہر پیر کے دن میرے عذاب میں کچھ تخفیف کر دی جاتی ہے، پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا: "اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت پیر کے دن ہوئی تھی، اور ثویبہ نے مجھے آپ ﷺ کی ولادت کی خوش خبری دی تھی، جس پر میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

(فتح الباري بشرح صحيح البخاري، ج ٩ ، ص ٢٦٥ ، ط: دار المعرفة – بيروت)

غور کریں! کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں مشاہدہ کیے گئے اس واقعے کی علت خود بیداری کی حالت میں شرف صحابیت سے مشرف ہونے کے بعد بیان فرمایا، اس لیے یہ محض ایک خواب کا بیان نہیں رہا، بلکہ اب یہ صحابیٔ رسول ﷺ کا قول ہے۔

نیز اگر بالفرض یہ خواب ناقابلِ اعتبار ہوتا، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے بیان نہ فرماتے۔ اور اگر بیان فرمایا بھی تو دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمہم اللہ اس کی تردید کرتے۔ مگر کتبِ حدیث میں ایسی کوئی تردید منقول نہیں، بلکہ کثیر ائمہ و محدثین نے اسے نقل کیا اور اس سے مسائل بھی مستنبط کیے، نیز اس سے میلاد النبی پر خوشی منانے کا استدلال بھی فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ محض خواب کا قصہ نہیں، بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ ایک معتبر روایت ہے۔

مزید یہ بھی ملاحظہ فرمائیں: کہ حدیث کی روایت بیان کرنے کے لیے اسلام شرط ہے، نا کہ حدیث کے ضبط و تحمل کے لیے شرط ہے، لہذا حالت کفر میں سنی ہوئی بات کو بعد از قبول اسلام بیان کیا جائے تو قابل قبول ہے، اور اس کی نظیر احادیث میں موجود ہے۔ اسی مضمون کے متعلق امام سخاوی فرماتے ہیں:

(وقبلوا) أي: أهل هذا الشأن، الرواية (من مسلم) مستكمل الشروط (تحملا) الحديث (في) حال (كفره)، ثم أداه بعد إسلامه بالاتفاق، وإن قال ابن السبكي في شرح المنهاج: إنه الصحيح ; لعدم اشتراطهم كمال الأهلية حين التحمل.

ترجمہ: محدثین نے اس مسلمان کی روایت کو بالاتفاق قبول کیا ہے جس نے حدیث کو حالت کفر میں سنا ہو، پھر اسلام قبول کرنے کے بعد، روایت کی- تمام شرائط پوری ہونے پر اسے بیان کیا ہو۔

علامہ ابن سبکی رحمہ اللہ نے شرح المنہاج میں اسے راجح اور صحیح قول قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ محدثین کے نزدیک حدیث کو سننے (تحملِ حدیث) کے وقت کامل اہلیت، مثلاً مسلمان ہونا، شرط نہیں ہے؛ بلکہ شرط یہ ہے کہ جب وہ حدیث روایت کرے تو اس وقت مسلمان ہو اور روایت کی تمام شرائط اس میں موجود ہوں۔

(فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي، ج ٢ ، ص ١٣٥ ، ط: مكتبة السنة)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تقبل رواية المسلم البالغ ما تحمله قبلهما) في حال الكفر والصبا (ومنع الثاني) أي قبول رواية ما تحمله في الصبا. ترجمہ: جو حدیث کسی شخص نے اسلام لانے یا بالغ ہونے سے پہلے (یعنی کفر یا بچپن کی حالت میں) سنی ہو، پھر اسلام لانے اور بالغ ہونے کے بعد اسے روایت کرے، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔

(تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، ج ١ ، ص ٤١٣ ، ط: دار طيبة)

لہٰذا یہ اعتراض بھی خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اصل واقعہ خواب سے متعلق ہے، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے شرفِ صحابیت سے مشرف ہونے کے بعد حالت بیداری میں بیان فرمایا۔ اس لیے یہ محض ایک خواب کی حکایت نہیں رہی، بلکہ ایک صحابیِ رسول ﷺ کا قول بن گئی، جس کی کسی صحابی یا تابعی سے تردید بھی منقول نہیں۔ مزید برآں محدثین نے اسے قبول کیا، اپنے کتابوں میں نقل فرمایا اور اس سے مسائل کا استنباط بھی کیا ہے۔

تیسرا اعتراض: حضرت ثویبہ کی آزادی کا وقت؟

اعتراض: بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ابو لہب نے حضرت ثویبہ کو ولادت نبوی ﷺ کے موقع پر آزاد نہیں کیا تھا، بلکہ نبی کریم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد انہیں آزاد کیا تھا۔

جواب: در حقیقت یہ اعتراض اس روایت کو کمزور ثابت کرنے کی ناکام کوشش ہے، حالاں کہ اس کی کوئی مضبوط علمی بنیاد نہیں۔ اگرچہ بعض اہلِ علم نے حضرت ثوبیہ کی آزادی کے وقت میں اختلاف ذکر کیا ہے، کہ یہ ولادتِ نبوی ﷺ کے موقع پر ہوئی یا ہجرتِ مدینہ کے بعد۔ لیکن جمہور محدثین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ یعنی صحیح اور راجح یہی ہے کہ ابو لہب نے ولادتِ نبوی ﷺ کی خوش خبری سن کر حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو اسی وقت آزاد کر دیا تھا۔ چناں چہ امام صالحی شامی رحمہ اللہ اپنی کتاب "سبل الھدی والرشاد" میں فرماتے ہیں:

واختلفوا متى أعتقها. فقيل: أعتقها حين بشّرته بولادة رسول الله ﷺ. وهو الصحيح .

وقيل إن خديجة سألت أبا لهب في أن تبتاعها منه ليعتقها فلم يفعل. فلما هاجر رسول الله ﷺ إلى المدينة أعتقها أبو لهب. وهو ضعيف.

ترجمہ: حضرت ثویبہ کو کب آزاد کیا گیا؟ اس بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوش خبری دی تو ابو لہب نے اسی وقت انہیں آزاد کر دیا، اور یہی قول صحیح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابو لہب سے درخواست کی کہ وہ ثویبہ کو فروخت کر دے تاکہ وہ انہیں آزاد کر دیں، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تو ابو لہب نے انہیں آزاد کیا۔ تاہم یہ قول ضعیف ہے۔

(سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، ج ١ ، ص ٣٧٦ ، ط: دار الكتب العلمية)

مزید اگر صحیح بخاری کی روایت پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ابو لہب کے عذاب میں تخفیف کی علت حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنا بیان کی گئی ہے۔ اگر آزادی ہجرت کے بعد ہوئی ہوتی، تو اسی واقعہ کو علت قرار دینے کا کیا معنی رہ جاتا؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ثویبہ کی آزادی ولادتِ نبوی ﷺ کی خوش خبری کے موقع پر ہی ہوئی تھی، جیسا کہ بخاری شریف کے ظاہر الفاظ سے سمجھ آتا ہے۔ مزید بر آں متعدد ائمہ و محدثین نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے اور اسے درست قرار دیا ہے، چناں چہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وذلك أن النبي ﷺ ولد يوم الاثنين، وكانت ثويبة بشرت أبا لهب بمولده فأعتقها.

ترجمہ: اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت پیر کے دن ہوئی تھی، اور ثویبہ نے ابو لہب کو آپ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی، جس پر اس نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

(فتح الباري بشرح صحيح البخاري، ج ٩ ، ص ٢٦٥ ، ط: دار المعرفة)

یہ اعتراض بھی دفع ہوا اور مذکورہ اقوال، خصوصاً امام صالحی شامی رحمہ اللہ کی تصریح سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ثویبہ کی آزادی ولادتِ نبوی ﷺ کی خوش خبری کے موقع پر ہوئی تھی، نہ کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد۔ مزید بر آں امام زرقانی نے اپنی کتاب "المواہب اللدنیۃ" اور امام ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب "مولد النبی" میں اسی قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔

چوتھا اعتراض: کیا ابولہب نے نبی کریم ﷺ کو "نبی اور رسول" جان کر خوشی منائی، اور ثوبیہ کو آزاد کیا؟

اعتراض: کیا ابو لہب نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوشی میں اسی دن "نبی اور رسول" جان کر آزاد کیا تھا؟ اور اسی عمل کی وجہ سے اسے ہر پیر کے دن پانی پلایا جاتا ہے، جس کے باعث اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے؟

جواب: جی ہاں، جمہور محدثین، شارحینِ حدیث اور اہلِ سیر کے نزدیک صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ ابو لہب نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوش خبری سن کر خوشی کے اظہار میں آزاد کیا تھا۔ اگرچہ اسے معلوم نا تھا کہ میرا یہ بھتیجا اللہ پاک کے آخری رسول اور نبی برحق ہیں، صرف بھتیجا جان کر خوش ہوا، لیکن اس نے لاعلمی میں سہی ایک ایسا کام کیا، جس کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، اسی عمل کی برکت سے اسے ہر پیر کے دن اپنے انگوٹھے کے نیچے سے پانی پلایا جاتا ہے، جس کے باعث اس کے عذاب کی کیفیت میں تخفیف ہوتی ہے، نہ کہ عذاب کی مدت میں کمی۔

یہ مضمون صحیح بخاری کی روایت اور اس کی دیگر مؤید روایات سے ثابت ہے، جبکہ ائمۂ حدیث مثلاً امام ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین عینی، امام قسطلانی، امام زرقانی، امام صالحی شامی، امام ابن بطال وغیرہ نے بھی اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔ بخاری شریف میں مذکور روایت کی شرح کرتے ہوئے ائمہ شارحینِ حدیث، علامہ بدر الدین عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہا اللہ نے اپنی اپنی شروحِ صحیح بخاری میں دیگر کتبِ حدیث و سیر سے اس واقعہ کی تفصیل نقل فرمائی ہے جو کہ ذکر ہو چکا۔

ذیل میں علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ کی مشہور شرح عمدۃ القاری سے عبارت ملاحظہ ہو: وذكر السهيلي أن العباس، رضي الله تعالى عنه، قال: لما مات أبو لهب رأيته في منامي بعد حول في شر حال، فقال: ما لقيت بعدكم راحة إلا أن العذاب يخفف عني كل يوم اثنين. قال: وذلك أن النبي ﷺ ولد يوم الاثنين وكانت ثويبة بشرت أبا لهب بمولده فأعتقها.

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ابو لہب کا انتقال ہوا تو ایک سال بعد میں نے اسے خواب میں نہایت بری حالت میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے جواب دیا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی، البتہ ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے تھے، اور حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے ابو لہب کو آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوش خبری سنائی تھی، جس پر اس نے خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیا۔ اسی عمل کی برکت سے اسے ہر پیر کے دن عذاب میں تخفیف حاصل ہوتی ہے۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج ٢٠ ، ص ٩٥ ، ح ٢٠١٤ ط: دار إحياء التراث العربي)

اگر کوئی منکرِ میلاد عمدۃ القاری کا مطالعہ کر کے یہ کہے کہ امام بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے اس روایت کے جواب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ "خواب حجت نہیں"، تو اسے چاہیے کہ صرف ایک جواب پر اکتفانہ کرے بلکہ امام عینی حنفی رحمہ اللہ کی پوری عبارت اور اس کے بعد ذکر کردہ دوسرا جواب بھی ضرور پڑھے، کیوں کہ ائمہ حدیث کا منہج یہ نہیں کہ کسی ایک احتمال کو لے کر باقی تمام تصریحات کو نظر انداز کر دیا جائے۔

فرماتے ہیں: وأجيب ثانيا: على تقدير القبول، يحتمل أن يكون ما يتعلق بالنبي ﷺ مخصوصا من ذلك بدليل قصة أبي طالب حيث خفف عنه. فنقل من الغمرات إلى الضحضاح، وقال القرطبي: هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه، والله أعلم .

ترجمہ: دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تب بھی یہ احتمال ہے کہ نبی کریم ﷺ سے متعلق بعض امور اس حکم سے مستثنیٰ اور خاص ہوں۔ اس کی دلیل حضرت ابو طالب کا واقعہ ہے، جن کے عذاب میں تخفیف کی گئی، چناں چہ انہیں جہنم کی گہرائیوں سے نکال کر کم گہرے عذاب (ضحضاح) میں منتقل کر دیا گیا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تخفیف خاص اسی قسم کے افراد کے لیے ہے، جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(عمدة القاري ، ج ٢٠ ، ص ٩٥ ، ح ٢٠١٤ ، ط: دار إحياء التراث العربي)

مذکورہ روایت، اس کی متعدد اسانید، ائمہ محدثین وشارحینِ حدیث کی تصریحات اور ان کی توجیہات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابو لہب کو رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوشی میں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے سبب ہر پیر کے دن عذاب کی کیفیت میں تخفیف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ حدیث نے اس روایت کو اپنی کتب میں نقل کیا، اس کی شرح فرمائی اور اس سے استدلال بھی کیا ہے۔ لہٰذا اس روایت کو بے اصل، ناقابلِ قبول یا قرآنِ کریم کے خلاف قرار دینا درست نہیں۔

مزید یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اہلِ سنت اس روایت کو میلاد النبی ﷺ کے جواز یا مشروعیت کی مستقل دلیل کے طور پر پیش نہیں کرتے۔ میلادِ نبوی ﷺ کے بنیادی اور مستقل دلائل قرآنِ مجید، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ، تعاملِ سلفِ صالحین اور ائمۂ اُمت کے اقوال سے ثابت ہیں، جن پر مستقل مفصل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ابو لہب والی روایت کو صرف بطورِ تائید و تأییدِ استدلال پیش کیا جاتا ہے، نہ کہ اصل اور مستقل دلیل کے طور پر۔ لہٰذا بار بار یہ اعتراض دہرانا کہ "میلاد النبی ﷺ پر یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی"، درحقیقت محلِّ نزاع ہی نہیں؛ کیوں کہ اہلِ سنت کا دعویٰ ابتدا ہی سے یہی ہے کہ یہ روایت مستقل دلیل نہیں بلکہ مؤید اور مؤکد (Supporting Evidence) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے اس پر بار بار اعتراض کرنا علمی تحقیق نہیں بلکہ محلِّ نزاع کو سمجھے بغیر اعتراض دہرانا ہے۔

پانچواں اعتراض: قرآنی نصوص کے خلاف!

اعتراض: یہ روایت قرآنِ مجید کی سورۂ المسد (سورۂ لہب) کے صریح خلاف ہے، کیوں کہ اس سورت میں ابولہب کے لیے دائمی جہنم اور سخت عذاب کا قطعی اعلان کیا گیا ہے، جب کہ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے عذاب میں تخفیف حاصل ہوئی۔ لہٰذا، بظاہر یہ روایت قرآنِ کریم کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جب کہ قرآن کہتا ہے: خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (البقرۃ:۱۶۲)

ترجمہ کنزالعرفان: وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

جواب: بے شک یہ بات درست ہے کہ کفار کو ان کے نیک اعمال پر آخرت میں ثواب نہیں دیا جائے گا، اور نہ ان کے عام اعمالِ خیر کی وجہ سے ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی نا ہی کچھ مہلت نصیب ہو گی۔ اس مسئلے پر قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل گزر چکی ہے۔

البتہ اس اصول سے ایک خاص صورت مستثنیٰ ہے، اور وہ وہ عمل ہے جس کا تعلق براہِ راست ذاتِ اقدس نبی کریم ﷺ سے ہو۔ ایسے اعمال میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی برکت اور خصوصیت کے سبب غیر معمولی معاملہ فرما سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابولہب کو حضرت ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے، جو ولادتِ نبوی ﷺ کی خوشخبری پر تھا، عذاب میں تخفیف عطا کی گئی۔

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس تخفیف سے مراد عذاب کی مدت میں کمی نہیں، بلکہ عذاب کی کیفیت میں تخفیف ہے۔ یعنی ابولہب ہمیشہ جہنم ہی میں رہے گا، اس کے دائمی عذاب کا قرآنی حکم اپنی جگہ برقرار ہے، البتہ نبی کریم ﷺ کی نسبت و برکت کی وجہ سے عذاب کی شدت میں ایک خاص رعایت عطا کی گئی۔ اس کی تائید صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مذکور ابوطالب کے واقعے سے بھی ہوتی ہے، جہاں ان کے لیے بھی عذاب کی کیفیت میں تخفیف کا ذکر آیا ہے، حالانکہ وہ بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ لہٰذا ابولہب کے بارے میں بھی یہی مفہوم مراد ہے کہ مدتِ عذاب میں نہیں بلکہ کیفیتِ عذاب میں تخفیف ہوئی ہے۔

مزید وضاحت کے لیے مفتی اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری عطاری دامت برکاتہم العالیہ کی تفسیر "تفسیر صراط الجنان" کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

(لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ: ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا)

کفار کو کبھی عذاب سے چھٹکارا نہ ملے گا اور نہ انہیں نیک اعمال کی یا توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ کافر کا عمل اسے کچھ نفع نہیں دیتا، البتہ علماء نے فرمایا ہے اور احادیث سے سمجھ آتا ہے کہ جس عمل کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ہو اس سے کافر کو بھی فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ابو طالب کے عذاب میں حضور اقدس ﷺ کی برکت سے کمی ہوئی اور یونہی نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ابو لہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تو جس انگلی کے اشارے سے اس نے آزاد کیا تھا اس سے اسے کچھ سیراب کیا جاتا ہے۔ یہی کلام علامہ عینی رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ابو لہب والی حدیث کے تحت عمدۃ القاری جلد نمبر ۱۴ صفحہ ۴۵ پر فرمایا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان، ۱/۳۶۰)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ مذکورہ تفصیل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ابو لہب والی روایت صحیح، معتبر اور قابلِ قبول ہے، اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات علمی تحقیق کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان اعتراضات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضبوط علمی بنیاد سے محروم ہیں اور دلائل کے مقابلے میں محض شبہات سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ بات بھی ابتدا ہی میں واضح کر دی گئی تھی کہ ابو لہب کا یہ واقعہ میلادِ نبوی ﷺ پر مستقل اور بنیادی دلیل نہیں، بلکہ صرف بطورِ تائید پیش کیا جاتا ہے۔ میلادِ نبوی ﷺ کا ثبوت قرآنِ کریم، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابۂ کرام، تعاملِ امت، اور ائمہ و مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس روایت کی حیثیت ایک مؤید اور مؤکد دلیل کی ہے، نہ کہ اصل اور مستقل دلیل کی۔ اس لیے اس روایت کو بنیاد بنا کر میلادِ نبوی ﷺ پر اعتراض کرنا یا اسے کمزور ثابت کرنے کی کوشش کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ جب اصل مسئلہ متعدد مضبوط شرعی دلائل سے ثابت ہو، تو اس کی تائید میں پیش کی جانے والی روایت پر بے جا اعتراضات سے نہ اصل مسئلہ متاثر ہوتا ہے اور نہ ہی اس روایت کی علمی حیثیت کم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وما علینا إلا البلاغ

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر علمائے دین اور ائمہ ومحدثین کی علمی خدمات:

حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا تذکرہ اسلامی علوم کا ایک نہایت اہم اور مبارک باب ہے۔ عہدِ صحابہ و تابعین سے لے کر ہر دور میں محدثین، مفسرین، مؤرخین، فقہاء اور سیرت نگار علما نے اپنے اپنے انداز میں اس موضوع پر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ کسی نے مستقل کتاب تصنیف کی، کسی نے سیرت و تاریخ کی کتب میں مستقل ابواب قائم کیے، جبکہ بعض اہلِ علم نے فضائلِ نبوی ﷺ کے ضمن میں ولادتِ مبارکہ کے واقعات اور ان کے فضائل کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اسلامی لائبریری کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ میلاد النبی ﷺ پر لکھی گئی تصانیف کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں مختصر رسائل بھی شامل ہیں اور ضخیم علمی ذخیرہ بھی، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس مبارک موضوع کو ہر دور کے اہلِ علم نے خصوصی اہمیت دی ہے۔

قدیم محدثین و مؤرخین نے اپنی کتب میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے مستقل ابواب قائم کیے ہیں۔ مثلاً امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) نے "جامع الترمذی" کی کتاب المناقب میں «ما جاء في ميلاد النبي ﷺ» کے عنوان سے باب قائم کیا۔ اسی طرح امام ابن اسحاق رحمہ اللہ (۱۵۱ھ) نے "السيرة النبوية"، امام ابن ہشام رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) نے "السيرة النبوية"، امام ابن سعد رحمہ اللہ (۲۳۰ھ) نے "الطبقات الكبرىٰ"، امام ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ (۴۳۰ھ) نے "دلائل النبوة"، امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۸۵ھ) نے "دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة"، امام ابو سعد خرکوشی نیساپوری رحمہ اللہ (۴۰۶ھ) نے "شرف المصطفىٰ ﷺ"، امام ابن عساکر رحمہ اللہ (۵۷۱ھ) نے "تاريخ دمشق"، امام ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۳۰ھ) نے "الكامل في التاريخ"، اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) نے "البداية والنهاية" میں ولادتِ نبوی ﷺ کے واقعات، فضائل اور متعلقہ روایات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بعد کے ادوار میں بھی اس موضوع پر مستقل اور جامع تصانیف سامنے آئیں۔ امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ (۹۴۲ھ) نے "سبل الهدىٰ والرشاد في سيرة خير العباد ﷺ" میں میلادِ نبوی ﷺ کے دلائل نہایت تفصیل سے جمع کیے ہیں۔ امام ابو عبد اللہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ نے "المدخل" میں اس مسئلے پر مفصل گفتگو کی، جبکہ امام زرقانی رحمہ اللہ (۱۱۲۲ھ) نے "شرح المواهب اللدنية" میں اس موضوع کو علمی انداز سے واضح کیا۔ برصغیر کے عظیم محدث شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ) نے "ما ثبت من السنة في أيام السنة" میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی، اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ (۱۳۵۰ھ) نے "حجة الله العالمين في معجزات سيد المرسلين ﷺ" اور "جواهر البحار في فضائل النبي المختار ﷺ" میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے فضائل، دلائل اور متعلقہ مباحث کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

یہ تمام علمی ذخیرہ اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ میلاد النبی ﷺ کا تذکرہ صدیوں سے اہلِ علم کی توجہ کا مرکز رہا ہے، اور ہر دور کے اکابر محدثین، مؤرخین اور فقہاء نے اپنی علمی کاوشوں کے ذریعے اس مبارک موضوع کو محفوظ اور عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ذیل میں میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی جانے والی چند مشہور اور مستند کتب کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱) الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم: ابو العباس احمد بن معد بن عیسی اقلیشی اندلسی (۵۵۰ھ).

۲) بيان الميلاد النبوي ﷺ: علامه ابن جوزی (۵۹۷ھ).

۳) مولد العروس: علامه ابن جوزی (۵۹۷ھ).

٤) التنوير فی مولد البشير النذير: ابن دحيه كلبی (٦٣٣ھ).

۵) مناسک الحجز المنتقی من سير مولد المصطفیٰ ﷺ: سعيد الدين الكازرونی (۷۵۸ھ).

٦) المورد الهني في المولد السني: الإمام الكبير أبو الفضل الحافظ عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن الشهير بالحافظ العراقي (٨٠٦هـ).

٧) عرف التعريف بالمولد الشريف: الشيخ المحدث شمس الدين محمد بن محمد ابن الجزري الشيرازي (٨٣٣هـ).

٨) جامع الآثار في السير مولد النّبي المختار: إمام شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي (٨٤٢هـ).

٩) درر البحار في مولد المختار : أحمد بن عبد الرحمن بن عبد الكريم ابن مكية (٩٠٧هـ).

١٠) حسن المقصد في عمل المولد: الحافظ جلال الدين السيوطي (٩١١هـ).

١١) النعمة الكبرى على العالم في مولد سيد ولد آدم: الإمام العلامة أحمد ابن حجر الهيتمي الشافعى(٩٧٤هـ).

١٢) اتمام النعمة علي العالم بمولد سيد ولد آدم ﷺ: الإمام العلامة أحمد ابن حجر الهيتمي الشافعى (٩٧٤هـ).

١٣) تحرير الكلام في القيام عند ذكر مولد سيد الأنام ﷺ: الإمام العلامة أحمد ابن حجر الهيتمي الشافعى (٩٧٤هـ).

١٤) تحفة الأخيار في مولد المختار ﷺ: الإمام العلامة أحمد ابن حجر الهيتمي الشافعى (٩٧٤هـ).

١٥) مولد النبي ﷺ: الإمام العلامة أحمد ابن حجر الهيتمي الشافعى (٩٧٤هـ).

١٦) الروى فى مولد النبوى ﷺ ونسبه الطاهر: العلامه على القارى الحنفي (م ١٠١٤هـ).

١٧) مولد المناوي: عبد الرؤوف بن تاج العارفين المناوي القاهري الشافعي(م ١٠٣١هـ).

١٨) مولد البرزنجي: زين العابدين جعفر بن حسن ابن عبد الكريم الحسني الشهرزوري، الشهير: البرزنجي (١١٧٧هـ) .

١٩) تحفه البشر على مولد ابن حجر : إبراهيم بن محمد بن احمد الباجوري (١٢٧٧هـ) .

٢٠) نطق الهلال بارخ ولادة الحبيب والوصال: فضيلة الشيخ العلامة الشاه الإمام المحدث احمد رضا خان البريلوي الهندي رحمه الله تعالى (١٣٤٠هـ).

٢١) إقامة القيامة علي طاعن القيام لنبي تهامة ﷺ: فضيلة الشيخ العلامة الشاه الإمام المحدث احمد رضا خان البريلوي الهندي رحمه الله تعالى (١٣٤٠هـ).

٢٢) مولد النبي صلي الله عليه و سلم: العلامة عبد الرحمن بن عبد المنعم الخياط مفتي الصعيد في القرن الثاني عشر الهجري.

٢٣) الهدي التام في موارد المولد النبوي وما اعتيد فيه من القيام: الشيخ العلامة محمد علي بن حسين بن إبراهيم المالكي المكي.

٢٤) البيان النبوي عن فضل الاحتفال بمولد النبي: الشيخ محمود بن أحمد الزين

٢٥) خلاصة الكلام في الاحتفال بمولد خير الأنام:السيد عبد الله بن الشيخ ابو بكر بن سالم.

٢٦) بشائر الأخيار في مولد المختار صلى الله عليه وآله وسلم: السيد محمد ماضي أبو العزائم.

٢٧) اللآلي السنية في مشروعية مولد خير البرية:العلامة عثمان بن الشيخ عمر بن الشيخ داود.

٢٨) حول الاحتفال بذكرى المولد النبوي الشريف:للسيد العلامة محمد بن علوي المالكي الحسني.

٢٩) الحجج الدامغة والبراهين الساطعة في جواز الاحتفال بالمولد النبوي الشريف: الشيخ حامد أحمد بابكر.

٣٠) الأدلة الشرعية في جواز الاحتفال بميلاد خير البرية : عز الدين حسين الشيخ.

٣١) ابتغاء الوصول لحبّ الله بمدح الرسول ومشروعية قراءة المولد: الشيخ أبو محمد الويلتوري.

٣٢) حكم الاحتفال بالمولد النبوي بين المجيزين والمانعين: فضيلة الـشيخ عبدالفتاح قديش اليافعي.

٣٣) الاحتفال بالمولد النبوي بين المؤيدين والمعارضين مناقشات وردود: السيد أبي الحسنين عبد الله الحسيني المكي الهاشمي.

٣٤) السراج المنير في قصة مولد البشير النذير للمعاينة: الإمام العارف بالله تعالى الشيخ محمد أحمد الركي.

نوازش رحمانی رضوی مدنی

۱۲ صفر المظفر ۱۴۴۸ھ

ماخذومراجع

- القرآن الكريم
- تفسير القرآن العظيم تفسير ابن كثير، ابن كثير، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع - السعودية
- صحيح البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي، ط: (دار ابن كثير، دار اليمامة) - دمشق
- شرح صحيح البخاري لابن بطال، ابن بطال أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، ط: مكتبة الرشد - السعودية، الرياض
- فتح الباري بشرح صحيح البخاري، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، ط: دار المعرفة - بيروت
- عمدة القاري شرح صحيح البخاري، بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني، ط: دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر بيروت
- التوشيح شرح الجامع الصحيح، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، ط: مكتبة الرشد - الرياض
- صحيح مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، ط: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة
- المصنف عبد الرزاق، أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني، ط: المجلس العلمي - الهند، توزيع المكتب الإسلامي - بيروت
- دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي، ط: دار الكتب العلمية، دار الريان للتراث
- الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، عبد الرحمن السهيلي، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت
- شعب الإيمان للبيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي، ط: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند
- المواهب اللدنية (مترجم)، أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين، ط: فريد بک اسٹال
- شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي، ط: دار الكتب العلمية
- نزهة النظر، أحمد بن علي بن محمد بن حجر العسقلاني، ط: مطبعة الصباح، دمشق - سوريا
- تيسير مصطلح الحديث، محمود الطحان، ط: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع

- الوسيط في علوم و مصطلح الحديث، محمد بن محمد بن سويلم أبو شُهبة، ط: دار الفكر العربي
- تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، ط: دار طيبة
- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، لي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري، ط: دار الفكر، بيروت لبنان
- فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي، ط: مكتبة السنة– مصر
- سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، محمد بن يوسف الصالحي الشامي، ط: دار الكتب العلمية بيروت–لبنان
- فتاوی رضویہ، فضیلۃ الشیخ العلامۃ الشاہ الإمام المحدث احمد رضا خان البريلوي الهندي رحمہ اللہ تعالی، ط: رضا فاؤنڈیشن، لاہور
- تفسیر صراط الجنان، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد قاسم قادری حفظہ اللہ، مکتبۃ المدینہ
- مختصر سیرۃ الرسول، محمد بن عبد الوہاب، ط: المکتبہ الرحمانیہ
- شرح صحیح البخاری، ابن عثیمین، ط: المکتبۃ الاسلامیہ للنشر والتوزیع القاھرہ
- کشف الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، سلیم اللہ خان، ط: مکتبہ فاروقیہ
- المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، محمد الیاس گھمن، ط: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
- فتاویٰ علمیہ، زبیر علی زئی، ط: مکتبہ اسلامیہ
- فتاویٰ اہل حدیث، عبد اللہ روپڑی، ط: ادارہ احیاء السنہ النبویہ
- فتاویٰ نذیریہ، نذیر حسین دہلوی، ط: اہل حدیث اکادمی
- آثار الحدیث، ڈاکٹر خالد محمود، ط: دار المعارف، اُردو بازار، لاہور